

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة النساء

(۹)

(گزشتہ سے پیوستہ)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ، فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، مِّنْ فِتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ، بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ، فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ، وَأَتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ،

اور تم میں سے جو آزاد مسلمان عورتوں کے ساتھ نکاح کی مقدرت نہ رکھتے ہوں، انہیں چاہیے کہ تمہاری ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر لیں جو تمہارے قبضے میں ہوں، اور (یہ حقیقت پیش نظر رکھیں کہ) اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم سب ایک ہی جنس سے ہو۔ سو ان کے مالکوں کی

[۶۱] یہ بھی انہی اقدامات میں سے ہے جو غلامی کے ادارے کو بتدریج ختم کر دینے کے لیے کیے گئے۔ چنانچہ اجازت دی گئی کہ جن لونڈیوں کی تربیت ان کے مالکوں نے اچھے طریقے سے کی ہے، انہیں پاک دامن رکھا ہے اور وہ مسلمان بھی ہو گئی ہیں، ان کے ساتھ وہ لوگ نکاح کر لیں جنہیں خاندانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا مقدور نہیں ہے تاکہ ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے اور یہ عورتیں بھی، جنہیں ذہنی اور اخلاقی لحاظ سے پستی میں گرا دیا گیا ہے، خاندانی عورتوں کے برابر ہو کر زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔

[۶۲] یعنی عز و شرف کی اصلی بنیاد ایمان پر ہے اور یہ محض خاندانی گھرانوں ہی کا حصہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفِحَاتٍ، وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ، فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ، ذَلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ، وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٥﴾

اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور دستور کے مطابق اُن کے مہر بھی اُن کو دو، اس شرط کے ساتھ کہ وہ پاک دامن رہی ہوں، بدکاری کرنے والی اور چوری چھپے آشنائی کرنے والی نہ ہوں۔ پھر جب وہ پاک دامن رکھی جائیں اور اس کے بعد اگر کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو اُن پر اُس سزا کی آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ یہ اجازت تم میں سے اُن لوگوں کے لیے ہے جنہیں گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور (مطمئن رہو کہ احتیاط کے باوجود کوئی

ایک لونڈی اپنے ایمان کے لحاظ سے بڑے بڑے شریف زادوں اور شریف زادیوں پر فوقیت رکھتی ہو۔
[۶۳] مطلب یہ ہے کہ تم سب آدم و حوا کی اولاد ہو۔ لونڈی اور غلام ہونا محض ایک عارضی حالت ہے۔ انسان ہونے کے اعتبار سے تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

[۶۴] اس لیے کہ سوسائٹی کے اندران کا معیار اونچا ہو اور انہیں بھی عام عورتوں کے برابر سمجھا جائے۔
[۶۵] اس سے یہ حقیقت پوری قطعیت کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے کہ سورہ نور میں زنا کے مجرموں کے لیے سو کوڑے کی جو سزا بیان ہوئی ہے، وہ اس جرم کی انتہائی سزا ہے اور صرف انہی مجرموں کو دی جائے گی جن سے جرم بالکل آخری درجے میں سرزد ہو جائے اور اپنے حالات کے لحاظ سے وہ کسی رعایت کے مستحق نہ ہوں۔ پاگل، بدھو، مجبور، سزا کے تحمل سے معذور اور جرم سے بچنے کے لیے ضروری ماحول، حالات اور حفاظت سے محروم سب لوگ اس سے یقیناً مستثنیٰ ہیں اور عدالت انہیں کوئی کم تر سزا بھی دے سکتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ خاندان کی حفاظت سے محرومی اور ناقص اخلاقی تربیت کی وجہ سے لونڈیوں کو سو کوڑے کی یہ سزا نہیں دی جائے گی، یہاں تک کہ اس صورت میں بھی جب ان کے مالکوں اور شوہروں نے انہیں پاک دامن رکھنے کا پورا اہتمام کیا ہو، وہ اس سزا کی نسبت سے آدھی سزا کی مستحق ہوں گی۔ یعنی سو کے بجائے انہیں پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔

[۶۶] یہ اس لیے فرمایا ہے کہ اس طرح کے نکاح میں حقوق ملکیت اور حقوق نکاح میں تصادم کا اندیشہ تھا اور یہ

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ، وَيَهْدِيَكُمْ سُنْنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ، وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا
مِيلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾

غلطی ہو جاتی ہے تو) اللہ بخشنے والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔ ۲۵۔

اللہ کا ارادہ ہے کہ تم پر اپنی آیتیں واضح کر دے اور تمہیں اُن لوگوں کی راہوں پر چلائے جو تم سے

پہلے گزرے ہیں اور تم پر عنایت کی نظر کرے، اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ ۲۶۔

اور اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم پر عنایت کی نظر کرے، لیکن وہ لوگ جو اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے

ہیں، اُن کی خواہش (اس کے برخلاف) یہ ہے کہ تم حق کے راستے سے بالکل ہی بھٹک کر رہ جاؤ۔ ۲۷۔

چیز از دو اجی زندگی کو برباد کر دے سکتی تھی۔

[۲۷] اصل میں 'یرید اللہ لیبینکم' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'یرید' کے بعد 'ل' ہے اور اس کے بعد

آیت ۲۷ میں 'ان'۔ یہ فرق کیوں ہے؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

”..قرآن مجید میں ان دونوں اسلوبوں کے تتبع سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ 'اراد' کا لفظ دو معنوں میں

استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو قطعی فیصلے اور حتمی ارادہ کے معنی میں، دوسرے چاہنے کے معنی میں۔ جب پہلے معنی مراد

ہوتے ہیں تو اس کے بعد 'ل' آتا ہے اور جب مجرد چاہنے کے معنی میں آتا ہے تو اس کے بعد 'ان' آتا ہے۔“

(تذکر قرآن ۲/۲۸۲)

ہم نے ترجمہ انھی اسالیب کی رعایت سے کیا ہے۔

[۲۸] یہ پوری بات ایک فیصلہ الہی کی حیثیت سے بیان ہوئی ہے۔ اس کی وجہ ہمارے نزدیک، یہ ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمام عالم کے لیے اتمام ہدایت کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی اسکیم میں پہلے سے طے تھا،

انبیاء علیہم السلام نے اس کی خبر دی تھی اور یہ خدا کے علم و حکمت کا تقاضا بھی تھا، اس لیے کہ وہ علیم و حکیم لوگوں کو پیدا

کر کے ان کی ہدایت کے اہتمام سے غافل نہیں ہو سکتا تھا۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ، وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے، (اس لیے کہ تمہاری کمزوریوں کی رعایت کرے) اور (حقیقت یہ ہے کہ) انسان بڑا ہی کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ ۲۸

[۶۹] اشارہ ہے اہل کتاب، بالخصوص یہود کی طرف جو دین حق اور اس کے پیروں کے ساتھ اپنے عناد کی وجہ سے دن رات اسی تگ و دو میں لگے رہتے تھے۔

[۷۰] یہ ان پابندیوں کی طرف اشارہ ہے جو علما کی فقہی موشگافیوں کے باعث لوگوں پر لگ چکی تھیں۔ قرآن نے دوسری جگہ انھیں اصر و اغلال سے تعبیر فرمایا ہے۔

[۷۱] یہ انسان کی فطرت کا بیان ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جو غیر فطری اور خود ساختہ بوجھ اس پر ڈال دیے گئے تھے، انھیں ایک دن اترنا ہی تھا۔ انسان کا خالق اس کی کمزوریوں سے واقف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایسے بوجھوں تلے اس کو دبا رہنے دے جن کا تحمل اس کے لیے ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو جائے۔

[باقی]